Lesson 1: Hud (Ayaat 1- 24): Day 4

سُوْرَةُ هُود کی تفسیر

یہاں انسان کی فطرت کے بگاڑ کی بات کرنے کے بعد، کہ جب انسان اچھے اور برے دنوں میں اللہ کو بھُولے اور ایسے چھچھور پن کرنے لگے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اشاروں کو نہ سمجھے۔

آگے نبی کریمؐ کی شخصیت کی باتیں ہیں کیوں کے جب انسان میں گہرایت نہیں ہوتی تو تھوڑے سے حالات بدلیں تو وہ بدلنے لگتا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفت کا اظہار کر دیا کہ بدلتے ہوئے حالات میں اپنے ذہن کو صحیح کرے۔ وقت کی گردش کا مزاج پر اثر نہ ڈالے وہی کامیاب ہیں۔ اور نبی کریمؐ بالکل ایسے ہی تھے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۭ ﴿١٢﴾

تو اے پیغمبرؐ! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اُن چیزوں میں سے کسی چیز کو (بیان کرنے سے) چھوڑ دو جو تمہاری طرف وحی کی جا رہی ہیں اور اِس بات پر دل تنگ ہو کہ وہ کہیں گے "اس شخص پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا" یا یہ کہ "اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا" تم تو محض خبردار کرنے والے ہو، آگے ہر چیز کا حوالہ دار اللہ ہے ﴿١٢﴾

پہلی کیفیت کیا ہے آپ کی کہ شاید آپ لوگوں کو اللہ کی باتیں بتانا چھوڑ دیں۔ پریشر بہت سخت ہے۔

آپ کے خلاف پروپیگنڈا شدید ہے۔ Peer pressure کا شکار ہوتے ہوئے کہیں آپ اس پیغام کو بتانا نہ چھوڑ دیں۔

دوسری کیفیت؛ اللہ کے نبیؐ کو لوگوں کو اللہ کی بات بتاتے ہوئے تقریباً 13 سال ہو گئے۔

ایک شخص ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہوتا ہے کہ جہاں باپ دادا کے نام پر بت پرستی کا ڈیرا ہے کیسے لوگ مکہ میں سے ایک ایسے شخص کا ابھرتا دیکھتے ہیں کہ جو بچپن سے ہی کئی محرومیوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ پورے عرب پر چند لوگوں کا غلبہ دکھتا ہے۔ کہیں سیاست کے نام پر اور کہیں تجارت کے نام پر، ایسے وقت میں وہ شخص جس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے، وہ کہتا ہے تم میرے کہنے پر اللہ کی بات مان لو تو تم کامیاب ہو جاؤ گے تو لوگوں کو حقیقت میں اس کی بات حقیقت میں؛ کارخانہ میں طوطی کی آواز لگی۔

اور ہوتا بھی یہی ہے جب معاشرے میں کسی چیز پر بہت زیادہ غلط چیزوں کا غلبہ ہو جاتا ہے تو حق بات کرنے والا لوگوں کو اجنبی لگتے ہیں۔ جب ایسا لگے کہ سارے ہی میری بات کو جھٹلانے لگے ہیں تو انسان کو لگتا ہے کہ شاید میں ہی غلط ہوں تو اس کام سے پیچھے ہونے لگتا ہے۔

اللہ اپنے نبیؐ کے انسان ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔ جتنی بھی صفات ہیں یہ نبی کریمؐ کے بشر ہونے کو ظاہر کرتی ہیں کہ انسان پر لوگوں کا اثر ہوتا ہے حالات کا اثر ہوتا ہے۔ انسان کی طبیعت ہے کہ وہ اپنے جیسے لوگوں کی باتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ اب آپ چھوڑ دیں گے کہ لوگ آپ کو مولوی کہتے ہیں تبلیغی کہتے ہیں؟ تو کیا آپ یہ کام کرنا چھوڑ دیں گے؟ کتنی بڑی بات ہو گی اگر آپ نے لوگوں کے کہنے پر اس کام کو کرنا چھوڑ دیا۔

رسول پاکؐ کی کیفیت کو سمجھنے سے پہلے اپنے آپ کو دیکھیں آج بھی حالات کچھ اس سے مختلف نہیں ہیں جو اللہ کے نبی کے دور میں تھا پورے معاشرے میں خواہشوں کا پانی چھایا ہوا تھا لوگ کسی بت کو نہیں پوج رہے تھے وہ خواہش کو پوج رہے تھے ان کو رسم ورواج اچھے لگتے تھے اور ایسے حالات میں کوئی کہہ دے۔

اللہ ایک ہے اس کو مانو، ادھر مال دو تاکہ ادھر ملے، ادھر وقت لگاؤ تاکہ ادھر لگے۔ تو لوگوں کو تھوڑا سا شک ہوتا ہے۔

عمل کی بات: لوگوں کی باتوں کے ڈر سے اس پیغام کو نہیں چھوڑنا، اللہ تعالی ہمارے ذریعہ سے اس قرآن پاک کو پہنچا رہے ہیں۔ جتنی بھی مخالفت ہوتی ہے وہ فارغ لوگوں کی وجہ سے ہوتی ہے جو کام نہیں کرتے وہ تنقید بہت کرتے ہیں۔

ایسے لوگ جو ہمیں ستائیں ان کو مصروف کر دیں جتنا فارغ لوگوں کو مصروف کر دیں گے اتنا ہی فائدہ ہو گا۔

Empty mind is devil workshop۔ خالی ذہن میں شیطانی خیالات آتے ہیں۔

تو جو لوگ تنقید کرتے ہیں ان کو مصروفیت مل جائے گی تو وہ کبھی بھی تنقید نہیں کریں ایسے لوگوں کے کہنے پر کام چھوڑ کر آپ ان کو خوش کر رہے ہیں کہ ہم بھی آپ جیسے ہو گئے۔ کام کر کے دکھائیں۔ کام کر کے جو آپ کو خوشی اور اطمینان ملے گا وہ انہیں زیادہ تکلیف دے گی۔

سینے کا تنگ ہونا اور بات ہے اور ایسے لوگوں کی بات کے جواب میں بد تمیزی کرنا یا غلط کام کرنا الگ بات ہے۔ 13 سال کے دور میں ایک بار بھی اللہ کے نبیؑ نے غلط بات نہیں کی۔

انہوں نے اللہ کے نبی سے مطالبہ کیا کہ آپ پر کوئی خزانہ اُترے کوئی فرشتہ اترے، نبیؑ نے تو کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ تو لوگ ایسا کرنے کو اس لیے کہہ رہے تھے کیوں کہ ان کے دماغ میں دنیا بسی ہوئی تھی۔ اگر نبیؑ لوگوں کے کہنے پر اللہ سے مطالبہ کریں تو پھر نبیؑ کی بات اور لوگوں میں فرق کیا رہ گیا۔

نبیؑ لوگوں کو دنیا سے ہٹا کر ان کی سوچ آخرت کی طرف ڈالتے ہیں۔ ایسی چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ان حالات کی سمجھ آرہی ہے کہ اللہ کے نبیؑ کے ساتھ ایسا کیوں کرتے تھے۔

مکی سورتوں کی ترتیب قرآن پاک میں بڑی دلچسپ ہے۔ نبی کریم کے مکہ میں 13 سال۔ 44 سال کے 3 حصہ کریں پہلے سال میں جو نازل ہوئیں ان کا تھیم بالکل مختلف دکھتا ہے۔

یہ ساری آخری دور کی ہیں۔

وہ اللہ کے نبی کو تنگ کرنا چاہ رہے ہیں لیکن اللہ تعالی فرما رہے ہیں کہ آپ نے ان کی باتوں کو برا نہیں منانا ان کا معاملہ اللہ پر ڈال دیجیے۔ یہ بہت باتیں کر رہے ہیں ان کو ایک چیلنج دیں۔

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ‌ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱۳﴾ کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو، "اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنالاؤ اور اللہ کے سوا اور جو جو (تمہارے معبود) ہیں اُن کو مدد کے لیے بلا سکتے ہو تو بلا لو اگر تم (اُنہیں معبود سمجھنے میں) سچے ہو ﴿۱۳﴾

یہ آپ ﷺ کو کہتے ہیں کہ آپ اچھا کام نہیں کر رہے۔

فَاِلَّمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَکُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰہِ وَاَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾

اب اگر وہ (تمہارے معبود) تمہاری مدد کو نہیں پہنچتے تو جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل ہوئی ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے پھر کیا تم (اس امر حق کے آگے) سر تسلیم خم کرتے ہو؟" ﴿۱۴﴾

کفار مکہ کے ساتھ اس آیت میں خطاب ہے کہ تم اپنے معبودوں کو بلاؤ۔ اپنے سارے لوگوں کو بلاؤ کسی کا الہام کسی کا کشف، کسی کی کوئی کرامت جمع کر لو۔۔ سارے مل کر دس سورتیں بنالو اس قرآن کے مقابلہ میں اگر بنالو تو ہم مان لیں گے۔ آج تک یہ دعویٰ کسی اور رائٹر نے نہیں کیا تو پتہ کیا چلا یہ قرآن وحی الٰہی ہے۔ ہمیں سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے اللہ کو پتا ہے ہمیں کیا چاہیئے ہے، اس قرآن کو پڑھتے وقت دل کو کھولیں اور سوچیں ماں سے زیادہ پیار کرنے والے ہستی نے یہ مجھے دیا ہے۔ اس کو پتا ہے مجھے کیا چاہیئے۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ باندھ لیں اور اپنے آپ کو اس چیز کے ساتھ مطمئن کر لیں آپ محسوس کریں گے آپ کا دل اس کے ساتھ جمنے لگے گا۔

لوگوں کو اس بات سے چڑ ہے کہ یہ قرآن دنیا کی کشش ختم کر دیتا ہے۔ یہ قرآن دنیا کی کشش کو ختم کرنے کا بار بار کہتا ہے۔

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتَہَا نُوَفِّ اِلَیۡہِمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فِیۡہَا وَہُمۡ فِیۡہَا لَا یُبۡخَسُوۡنَ ﴿۱۵﴾

جولوگ بس اِسی دنیا کی زندگی اور اس کی خوش نمائیوں کے طالب ہوتے ہیں ان کی کارگزاری کا سارا
پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی﴿۱۵﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ
﴿۱۶﴾

مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے (وہاں معلوم ہو جائے گا کہ) جو کچھ
انہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیامیٹ ہو گیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے﴿۱۶﴾

یہ نقطہ سمجھ آجائے تو زندگی میں جینے کا رنگ ڈھنگ بدل جاتا ہے۔اِرادوں کی بات ہے۔

اگلی سورتوں میں یہ آپ اکثر ہی دیکھیں گے۔سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 18 میں آتا ہے۔

مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا
مَّدْحُورًا ﴿۱۸﴾

جو کوئی عاجلہ کا خواہشمند ہو، اسے یہیں ہم دے دیتے ہیں جو کچھ بھی جسے دینا چاہیں، پھر اس کے مقسوم
میں جہنم لکھ دیتے ہیں جسے وہ تاپے گا ملامت زدہ اور رحمت سے محروم ہو کر﴿۱۸﴾

سورۃ شعراء کی آیت 20۔جو اس جلدی ملنے والی دنیا کو چاہتا ہے ہم اس کو دے دیتے ہیں۔
جن لوگوں کی زندگی کا مقصد مال و دولت حاصل کرنا ہو ان کو بھی ہم پورا دیتے ہیں جن کے دل اور
دماغ پر دنیا چھائی ہوتی ہے۔وہ اپنی ساری skills، وقت، مال پھر اور مال کمانے میں صرف کر دیتے
ہیں۔

ان کے سارے plans, dreams دنیا اور دنیا کے مال کمانے میں صرف ہو جاتے ہیں۔ اس کی luxury اس کو بڑھانا سب کچھ بھی یہی مقصد ہو تا ہے۔ پھر بھی آخرت میں خالی ہاتھ ہو گا۔

اگر اللہ کو بھولے اللہ کی بات کو بھولے، لیکن اس کو تو قبر میں ہی جانا ہے۔ تم اپنی کو ششوں کا قبلہ درست کر لو۔ اس دنیا کی زندگی میں مصروف ہو جانا اور آخرت کو بھول جانا یہ بیو قوفی کی بات ہے۔

یہاں ریاکاروں کا تذکرہ ہے جو دین کا کام اور اچھے کام بھی ریاکاری کے لیے کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہاں یہود و نصاریٰ کا تذکرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں دنیا کے طالب کا تذکرہ ہے

اپنا محاسبہ کریں۔ کیا مجھے بھی دنیا کی ہی طلب ہی تو نہیں لگی ہوئی۔ اللہ تعالی نے مجھے ایک ہی فکر تو نہیں لگائی ہوئی کہ اس دنیا کو اور بڑھا لو اور بڑا کر لو۔ جو دنیا کے لیے کام کرے گا اللہ اسے دنیا دے گا اور اتنی دے گا جتنی اللہ چاہے گا۔

روایات میں آتا ہے؛ کہ جس کی نیت آخرت طلب کرنے کے لیے نیک عمل کرنا ہو اللہ اسے غنی کر دیتا ہے اس کو دنیا کی چیزوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ اور جس کی نیت طلب دنیا کی ہوتی ہے اس کی حاجت کبھی پوری نہیں ہوتی۔

اگر آپ کو دنیا بھی بہت چاہیے تو بھی آخرت کے پیچھے بھاگیں۔ جس کے پیچھے ہم پڑ جاتے ہیں وہ ہم سے دور ہو جاتی ہے۔ ہم اس دنیا کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں تو وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالی فرماتا ہے تم آخرت کی طرف آؤ۔ کبھی آپ کسی کو آخرت کی طلب کرتے

ہوئے دنیا سے مخلص نہیں دیکھیں گے۔ کیوں کہ جب کوئی آخرت کے کاموں پر لگ پر جاتا ہے اس کی ترجیحات آخرت ہے تو دنیا اس کی زندگی میں worthless ہے۔

اس دنیا سے فائدہ اٹھالیں خوش رہیں۔ اچھا کپڑا ہے خود پہنیں اپنے لیے کریں۔

زندگی کو، دنیا کو ہاتھوں میں رکھیں، دل میں نہ رکھیں۔ پھر آپ خوش رہیں گے۔

جس نے دنیا میں کوئی بھی کام کیا۔ نیت اچھی تھی پورا کام نہیں کر سکا اور دنیا سے جانے کا وقت آگیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اجر دے دے گا اور جس نے کام کر سکتا تھا اور نہ کیا اس کی لیے آخرت میں کچھ نہیں ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

پھر بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف شہادت رکھتا تھا، اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (اس شہادت کی تائید میں) آگیا، اور پہلے موسیٰؑ کی کتاب رہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود تھی (کیا وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح اس سے انکار کر سکتا ہے؟) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے اور انسانی گروہوں میں سے جو کوئی اس کا انکار کرے تو اس کے لیے جس جگہ کا وعدہ ہے وہ دوزخ ہے پس اے پیغمبرؐ، تم اِس چیز کی طرف سے کسی شک میں نہ پڑنا، یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے مگر اکثر لوگ نہیں مانتے ﴿۱۷﴾

بَيِّنَةٍ واضح دلیل، جو انسان نے اپنے اندر سے ایک روح ڈالی ہے وہ ہے۔ اللہ کو پانے کی طلب۔

بچہ پیدا ہوا۔ ہر بچہ کے اندر اللہ کی معرفت تھی وہ اللہ کا پہچاننا چاہتا تھا گھر کا ماحول بھی اچھا تھا۔

شَاهِدٌ مِّنۡهُ سے مراد ہے پیغمبر، قرآن اور جبرائیل۔

اس آیت میں بہت خوبصورت طریقے سے انسان کی اصل طلب کیا ہے اس کا تذکرہ ہے۔ اس دنیا میں آنے کے بعد ہم مختلف چیزیں لیتے ہیں لیکن اصل خوشی کیا ہے اس کو اللہ نے بیان کیا۔

ہر بچہ۔۔۔ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

ہر بچہ کا ایک ہی مذہب ہوتا ہے وہ اللہ کو ایک مانتا ہے۔ اسے پتہ ہے لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰه

اللہ نے ہماری فطرت میں ڈال دیا۔

ایک بچہ مسلمان ماں کی کوکھ سے پیدا ہوا۔ چار بچے مختلف گھروں میں پیدا ہوئے، چاروں بچہ ایک ہی طریقہ سے پیدا ہوئے۔ ہر چیز ایک جیسی۔ اب سوچنے کی بات ہے سب ایک جیسے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ان کی روحانیت مختلف ہو؟ جب چاروں ایک جیسے ہیں جس طرح باہر سے ایک جیسے دکھتے ہیں اسی طرح اندر سے بھی ایک جیسے ہیں۔

اب گھر کا ماحول، دین کا غلبہ، ماں جیسے کرتی ہے بچہ ویسا ہو جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اندر کی فطرت دب جاتی ہے۔ ختم نہیں ہوتی۔ مسلمان کہتا ہے لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰه۔ کیوں کہتا ہے اندر اس کے بینہ تھی باہر شاہد مل گیا۔

دوسرا بچہ جو عیسائی گھر میں آیا وہ کہے گا Jewes is God اب کیا کیا جائے۔

ان تین کے پاس چانس موجود ہے کہ وہ اپنے اندر کو باہر لائیں۔

جو مسلمان ہے اس کا اندر بھی وہی باہر بھی وہ مطمئن ہو گا۔

جیسے کھانا کھاتے ہیں، جیسے ہر بچہ پیدا ہوتا ہے وہ دودھ پیتا ہے لیکن بعد میں انڈین پاکستانی زیادہ مرچیں کھاتے ہیں چینی بچہ چینی چیزیں کھانے لگتے ہیں۔ ہر ایک کا کھانا خ مختلف ہوتا ہے۔ وقت کے ساتھ سب تبدیل ہو جاتا ہے لیکن کھانا پھر بھی دیسی کھاتے ہیں۔ اسی طرح جیسے بندہ وقت کے ساتھ اپنے ہی کھانے کا عادی ہوتا ہے اسی طرح ہر مذہب والے گھر میں پیدا ہونے والے بندہ کو بظاہر یہ لگتا ہے میں ادھر ہی فٹ ہوں لیکن وہ مس فٹ ہوتا ہے۔ اس کے اندر ایک ارج ہوتی ہے۔

ایک بچہ جو کو عیسائی کے گھر پیدا ہوا۔ ان کا concept ہوتا ہے کہ jesus is son of God اور وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ کے پاس چلے گئے اب جو مرضی کرو کل وہ ہمیں بخشوا لیں گے، اب جو بچہ اس سوچ کے ساتھ پیدا ہوا وہ بڑا ہو کر دل کھول کر گناہ کرے گا۔ اس کی یہ سوچ اس کی اندر والی سوچ سے کونٹرا ڈیکٹ کرتی ہے۔ یہ فطرت کب ٹوٹتی ہے جب بندہ کسی مشکل میں پڑتا ہے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ کہ اندر کی بینہ کو باہر کا شاھد مل گیا ہے۔

نوح مسلمان باپ اور بیٹا کنعان۔

کیوں اولاد بگڑ جاتی ہے؟ اندر بینہ تھی باہر شاہد ٹھیک نہیں ملا۔ تو اس لئے دعا کرنی چاہیے کہ ماحول اچھا ملے جتنا ماحول اچھا ملے گا اتنا زیادہ انسان کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے۔

اللہ فرماتا ہے؛ پہلے دور میں موسیٰؑ کی کتاب والوں کے ساتھ بھی یہی تھا جیسے آج اسلام کی بات ہے۔

اسلام ایک یونیک مذہب ہے۔ عیسائیت خود ساختہ مذہب ہے، حضرت عیسیٰؑ ایک انسان تھے، ان کے نام پر ہے۔

یہود؛ یہودہ کی طرف نسبت ہے۔ وہ ایک انسان تھے۔

اسلام تو اللہ کا نام ہے۔ ہمارا دین میں انسانوں سے نہیں اللہ سے نسبت ہے۔ دعا کریں اللہ ہمیں اس کی ولیلوں سے پہچاننے والا بنا دے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۸﴾

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے؟ ایسے لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا سنو! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر ﴿۱۸﴾

آج دنیا میں جس طرح مرضی جیو لیکن کل گواہیاں ہوں گی اور یہ گواہیاں کن کی ہیں فرشتے، نبیوں، ولیوں کی: وہ گواہی دیں گے کہ اللہ انہوں نے اللہ کی چیز کو جھٹلایا اور اپنی مرضی کی چیز کو لے لیا۔ جب کوئی بندہ اس درجہ پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کو ظالم کہتا ہے۔ ظالم کس کو کہتے ہیں

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

اُن ظالموں پر جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں ﴿۱۹﴾

یعنی حق کی تعلیمات اور ہدایت پر خواہ مخواہ اعتراضات کرتے ہیں یعنی لوگ اس راستہ کو اختیار نہ کریں۔

آج سب سے زیادہ بدنام اسلام اسی لیے ہے۔ ہر ایک دوسرے کو کچھ نہیں کہتا کیوں کہ خطرہ بھی سب سے زیادہ ان کو اللہ سے ہے۔ اس لیے اس کو پھر terrorist کہنا اور ہم پھر اپنی بے علمی سے اسکو ثابت کر دیتے ہیں۔ اللہ کہتے ہیں کوئی بات نہیں یہ چار دن کی دنیا ہے۔ یہ لوگ موج مستی کر لیں۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿۲۰﴾

وہ زمین میں اللہ کو بے بس کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے مقابلہ میں کوئی ان کا حامی تھا نہیں اب دوہرا عذاب دیا جائے گا وہ نہ کسی کی سن ہی سکتے تھے اور نہ خود ہی انہیں کچھ سوجھتا تھا ﴿۲۰﴾

کون نہیں دیکھتے اور سنتے جو حق کے راستہ سے دور ہیں۔

یہ آیتیں مکہ میں نازل ہو رہی تھیں وہاں مشرک تھے انہوں نے جو مجسمے بنائے ہوتے تھے ان کی بات ہو رہی ہے کہ جو دیکھ نہیں سکتے سن نہیں سکتے وہ تمہاری مدد کیسے کریں گے؟

شرک کی وجہ سے انسان کو حق کا راستہ نہیں دِکھتا۔ پھر ایسی باتیں سُننی بھی اچھی نہیں لگتیں۔

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خود گھاٹے میں ڈالا اور وہ سب کچھ ان سے کھویا گیا جو انہوں نے گھڑ رکھا تھا﴿٢١﴾

وہ سب جھوٹے معبود قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے۔

لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾

ناگزیر ہے کہ وہی آخرت میں سب سے بڑھ کر گھاٹے میں رہیں﴿٢٢﴾

کچھ شک نہیں سب سے زیادہ خسارا پانے والے یہی لوگ ہوں گے۔ خسارہ:

اس کو پڑھ کر دل بوجھل ہوا۔ تو فوراً اللہ تعالی جنت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوٓا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾

رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور اپنے رب ہی کے ہو کر رہے، تو یقیناً وہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے﴿٢٣﴾

خود کو مسلمان کہلانے سے بات نہیں بنے گی جب تک عملِ صالح نہیں ہوں گے۔

وَأَخْبَتُوٓا انگاروں کا بجھنا آہستہ آہستہ ان کا جوش کم ہونے لگتا ہے اور وہ بجھنے لگتے ہیں۔ اخبات کہتے ہیں بجھا ہوا شخص۔ مخبط کون ہے جو اللہ کے حکم سے بجھ گیا۔

بہت بولتا تھا، بہت بڑی بڑی باتیں کرتا تھا نافرمانیاں پسند کرتا تھا سب کچھ کرتا تھا۔ جوں ہی اللہ کی بات سامنے آئی اس کا سب جوش ٹھنڈا ہو گیا اور اللہ کے سامنے جھک گیا۔ اللہ کے حکم سن کر بڑی بڑی باتیں نہیں کرتے بحثیں نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ میں جو اللہ سبحانہ و تعالی کی بات کو سن کر اپنی آوازوں کو دبا لیتے ہیں۔

بہت عاجز نظریں؛ جھکا ہوا شخص۔۔۔۔ جب اللہ نے کہا مسلمان ہو جاؤ میری بات کو مانو تو مان جائیں۔

دعا کریں کہ اللہ ہمیں مخبط بنا دے۔ اپنے اندر کی ساری انا کو ختم کر کے اللہ کے آگے بجھے ہوئے انگارے کی طرح ہو جائے۔ کہ اللہ میں تیرے آگے بجھ گئی تو مجھے جو کہے گا میں وہی کروں گی۔ جو تیرا حکم میری سر آنکھوں پر، جب اللہ کی کورٹ میں گیند ڈال دیتے ہیں پھر اپنے بارے میں بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

دعا کریں؛ اللہ مجھے اس پر عمل والا بنا دے۔ آمین

مجھے بات کو سن کر ماننے والا بنا دے۔ ایسا نہ ہو ان باتوں کو سن کر میں اور ہی اپنے آپ کو پیچھے کر لوں۔

جس میں عاجزی ہوتی ہے اس کے بڑے بڑے گناہ بھی اللہ تعالی معاف کر دیتا ہے۔

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اِن دونوں فریقوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی تو ہو اندھا بہرا اور دوسرا ہو دیکھنے اور سننے والا، کیا یہ دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟ کیا تم (اِس مثال سے) کوئی سبق نہیں لیتے؟ ﴿۲۴﴾

کیا بتا دیا کہ کیا اللہ کی بات ماننے والا اور نہ ماننے والا برابر ہیں؟

كَالْأَعْمٰى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ : پہلی کیفیت ہے مشرک آنکھیں کان بند کر کے اللہ کے حکم سے گزرتا ہے۔

اور دوسری ہے دیکھنے سننے والا۔

یہ آیت اگلی پوری سورۃ کے لیے تقابل ہے۔۔۔

اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں اللہ تعالی ہمیں اپنی اصلاح کی توفیق دے جو بات بھی کہیں سنیں اس کو عمل میں لے آئیں۔ آمین